اس کتاب میں جہاں امریکہ و کناڈا میں مولانا سید ابوالحسن علی کی مصروفیتوں، ملاقاتوں اور تقریروں کا مفصل تذکرہ ہے ساتھ ہی امریکہ کے جغرافیائی تاریخی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی و تمدنی حالات کا معلومات افزا اور دیدہ درانہ بیان ہے، امریکہ میں ہندو پاکستان اور عرب ملکوں کے جو مسلمان آباد ہیں ان سے ربط و ضبط اور ملاقات و گفتگو تو اس سفر کا خاص مقصد ہی تھا اس لئے ان کا اور ان کے دعوتی کاموں کا تذکرہ نمایاں طور پر کیا گیا ہے، بڑی بات یہ ہے کہ لائق مصنف نے جو کچھ لکھا ہے کمالِ بصیرت و بصارت کے ساتھ لکھا ہے۔ انہوں نے امریکن لائف کے چہرہ کی ایسی مکمل عکاسی کی ہے کہ اس کا حسن و قبح اور نیک و زشت دونوں رُخ واضح طور پر سامنے آگئے ہیں، زبان و بیان شگفتہ اور رواں دواں ہے، اس میں شک نہیں کہ کتاب بیحد دلچسپ، معلومات افزا اور ساتھ ہی نہ صرف امریکہ بلکہ اسلامی اور عرب ممالک جن کے تفریح اور امریکن طریق زندگی کی پیروی کا ماتم مصنف موقع موقع سے کرتے گئے ہیں اور جو امریکہ میں مولانا علی میاں کی تقریروں کا خاص موضوع رہا ہے ان کے لئے بھی عبرت آفریں و سبق آموز ہے

الاسلام از مولانا وحید الدین خاں، تقطیع متوسط، ضخامت ۲۴۰ صفحات۔ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد/15 پتہ :- رسالہ بکڈپو، ۱۰۳۶ کشن گنج دہلی -

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ عصرِ جدید سائنس کا دور ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کے عقائد و احکام کو جدید استدلالی انداز میں مرتب کیا جائے تاکہ وہ لوگوں کو آج کی چیزیں معلوم ہونے لگیں (ص ۱۳)۔ اس مقصد کے پیشِ نظر پانچ مختلف ابواب میں دین کی حقیقت ارکانِ اربعہ، یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، صراطِ مستقیم، اسوۂ نبوت، اور اسلامی تحریک۔ سیرت کی روشنی میں، کے زیرِ عنوان فاضل مصنف نے اپنے مخصوص کلامی انداز میں جو گفتگو کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس میں اسلام کی نظری اور عملی بنیادی تعلیمات پر ایک جامع واضح اور یقین افروز کلام ہو گیا ہے، اس سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دین کی اصل حقیقت اب کائنات کی کمال اخلاص و بے نفسی سے عبادت ہے اور عبادت کے معنی ہیں حقیقی عشق و محبت کے ساتھ اطاعت

وفرماں برداری ارکانِ اربعہ کے ذریعہ یہ مقصد حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک انسان کی جسمانی
اور روحانی اعتبار سے تکمیل ہوتی ہے، قرآن و حدیث کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عملی زندگی، یہ سب اس مقصد کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اس طرح جب صالح افراد پیدا
ہوتے ہیں تو ان سے ایک اجتماعیت پیدا ہوتی ہے جس میں فکر و عمل کے اعتبار سے یکسانیت اور
باہمی تنظیم ہوتی ہے، اور یہی تنظیم قیادت اقوام و ملل کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اس تنظیم کے اجزائے
ترکیبی کیا ہیں؟ ان کا تجزیہ قرونِ اولیٰ کی اسلامی تاریخ کی روشنی میں کرکے بتایا گیا ہے
کہ اسلامی تحریک کس طرح دنیا کی عظیم الشان انقلابی تحریک بنی اور وہ کس طرح عالم کے لئے
سراپا خیر و برکت ثابت ہوئی، کتاب کا یہ حصہ واقعی بڑا بصیرت افروز بھی ہے اور فکر انگیز
بھی، لیکن باقی ابواب میں تعارف مسئلہ، اور موجودہ زمانہ کی اسلامی تحریکیں" کے زیر عنوان
جو کچھ لکھا گیا ہے، اگرچہ اس میں بھی بہت سی باتیں بڑے کام کی اور مسلمانوں کے لئے لائق غور
و تفکر ہیں، لیکن افسوس ہے کہ مصنف کی طبعی کمزوری یعنی اجلۂ علماء مصلحین امت
کے کارناموں کی تحقیر و تنقیص، سے خالی نہیں ہے، چنانچہ کتاب کے شروع میں ہی خانقاہ
مدرسہ اور جماعت کو نادکِ تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مصنف
کا فلسفیانہ طریق فکر ان کے تاریخی شعور پر غالب آگیا ہے۔ صفحہ ۱۵ پر انہوں نے رس
گا ہوں کی بنیاد پر تمام دنیا کے لئے ایک اسلامی کلنڈر کی تجویز پیش کی ہے، لیکن وہ یہ بھول
گئے کہ خود سائنس کی رو سے عملاً یہ ناممکن ہے، کیونکہ اسلام میں اعتبار قمر جدید
کا نہیں، بلکہ اس کے قابل رویت (VISIBLE) ہونے کا ہے، اور چونکہ قمر جدید بیس
گھنٹوں کے بعد قابل رویت ہوتا ہے اس بنا پر ظاہر ہے مشرق و مغرب میں بعض ملک ایسے
ہوں گے جن میں چاند کے قابل رویت ہونے میں ایک دن یا ایک رات کا فرق ہو جائے گا۔
بنا پر قاضی شوکانی کی طرف جو یہ قول منسوب ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اگر رویت ہو جائے
عالم کے سب مسلمانوں کے لئے معتبر ہوگی، ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے ——— علاوہ از

کتاب میں غلطیاں بھی ہیں، مثلاً صفحہ ۱۵۳ پر لکھتے ہیں: "آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کے قبائل (بنی نضیر، بنی قینقاع اور بنو قریظہ) کو خندق سے لوٹتے ہی گھیر لیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر، بنی قینقاع اور بنو قریظہ کو غزوۂ خندق سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے۔ صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں کہ اسلام برصغیر میں سیاست کی راہ سے پھیلا، حالانکہ کیرالا اور اس کے نواح میں اسلام کی تلوار سرے سے پہونچی ہی نہیں اور شمالی ہند میں جو اسلام پھیلا ہے وہ سیاست سے نہیں بلکہ صوفیائے کرام کی کوششوں سے، پھر قلم کی بے اعتدالی سے بعض جگہ ایسے الفاظ یا جملے نکل گئے ہیں جو سخت قابل اعتراض ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں "قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے سب ان قوموں کی "لسان" میں بھیجے گئے جن کے درمیان وہ آئے تھے، لسان قوم سے محدود طور پر صرف زبان مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں اسلوب بیان بھی شامل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ میں اور جس قوم میں اسلام کی دعوت پیش کی جارہی ہے، وہ اس کے علمی ذوق، اس کے طرز استدلال، اس کے طریق اظہار اور اس کے معیارِ فکر کے پوری طرح مطابق ہو (ص ۲۰۸) اس کے بعد مصنف کی یہ دوسری عبارت پڑھئے۔ لکھتے ہیں "انیسویں صدی میں یہ بات پوری طرح نمایاں ہو چکی تھی کہ مذہب کا روایتی ڈھانچہ اس جدید ڈھانچہ میں اپنی جگہ نہیں پا رہا ہے جو سائنس کے زیر اثر بنا ہے، اس وقت ضرورت تھی کہ گہرائی کے ساتھ صورتِ حال کا جائزہ لیکر نیا فکری ڈھانچہ تیار کیا جائے جس میں اسلام دوبارہ اپنی جگہ پا سکے (ص) اب یہ دونوں عبارتیں اک ساتھ ملا کر پڑھئے تو کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ قرآن ایک غیر سائنسی دور میں ایک انبیٔی قوم پر اس کی زبان میں نازل ہوا تھا جو قبائلی نظام میں جکڑی ہوئی تھی، اس بنا پر قرآن کا اسلوب اور طرز استدلال اس قوم کے معیار فکر کے مطابق تھا، لیکن چونکہ آج سائنس کا دور ہے اور انسان کا معیارِ فکر بدل گیا ہے، اس لئے آج نہ قرآن کا اسلوب کار آمد ہو سکتا ہے اور نہ اس کا طرز استدلال" والعیاذ باللہ،

ان فروگذاشتوں سے قطع نظر کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔

ــــــــ